سانحہ کربلا اور درسِ حقگوئی

(از جناب شوکت حسین صاحب شوکت پرتابگڈھی)

چند دنوں کے بعد ہلال محرم طلوع ہونیوالا ہے۔ اس طلوع ہونے والے چاند اور اس (ذی الحجہ کے) چاند میں جو اپنی حرکت مقررہ پوری کرکے رخصت ہو رہا ہے بالکل اختلاف نہیں ہوتا۔ زیبائی و تابناکی میں دونوں یکساں ہوتے ہیں اور دونوں ایسے تاثرات کے حامل ہوتے ہیں کہ ان کے دیکھتے ہی ذہن دو تین ہزار سال پیچھے ہونیوالے واقعات و حوادث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ نظروں کے سامنے تمام واقعات اس طرح پھرنے لگتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا یہ ہمارے دیکھے ہوئے ہیں۔

ان میں سے ایک ہمیں یاد دلاتا ہے کہ دو تین ہزار سال قبل تمہارے ہی جیسے اسی پردۂ زمین پر ایک انسان تھا جس کی نشوونما کفر و ظلمت میں ہوئی تھی مگر وہ ہدایت پاکر ایک نور لایا اور لوگوں کو اس کی طرف آنے کی دعوت دی لیکن کسی طرف سے صدائے لبیک نہ بلند ہوئی۔ بادشاہ جل گیا۔ قوم دشمن ہوگئی۔ ملک و شہر والے برافروختہ ہوگئے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ گھر والے اور ان میں بھی باپ سب سے زیادہ خار کھا بیٹھا۔ طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ ہر طرح ستایا گیا۔ دہکتے ہوئے شعلوں اور بھڑکتے ہوئے انگاروں میں پھینک دیا گیا مگر قدرت خداوندی نے اسے گلزار بنا دیا۔ پھر ان تمام ہیبتناک امتحانات کے بعد اس چیز کی آزمایش کی گئی جس میں کہ بڑے بڑوں کے قدم پھسل گئے مگر وہ ثابت قدم رہا۔ عالم رویا میں اشارۃً بیٹے کی قربانی کا مطالبہ کیا گیا۔ صبح اٹھتے ہی بیٹے کے پاس پہنچے اور فرمایا یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی۔ بیٹا بھی اس کا تھا جو اپنے جذبات محبت کو پامال کرکے اس امر کا تہیہ کرکے آیا تھا کہ جلد از جلد اسکی تعمیل کرے۔ پھر بھلا اس سے کس طرح اس بات کی توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ انکار کرنے کی جرأت کریگا۔ چنانچہ اس نے کہا اے باپ! آپ کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ بلا پس و پیش کر ڈالیے۔ میں خدائے تعالیٰ سے پرامید ہوں کہ وہ میرے قدموں کو لغزش و ڈگمگاہٹ سے بچا لیگا یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ (قرآن حکیم)

دوسرا ہمارے سامنے ۱۳ صدی قبل کی نقشہ کشی کرتا ہے۔ جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کرب و بلا میں سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی۔ انھیں معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا میں استبداد پسند اور ظالم قوتیں کارفرما تھیں۔ ایک شخص کے بادشاہ و فرمانروا بننے کیلئے صرف یہی سب سے بڑی وجہ جواز ہوتی تھی کہ کہ اسے کسی سردار یا فرمانروا کا فرزند ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تمام دنیا میں شخصی حکومتیں قائم تھیں۔ لوگ جمہوریت سے قطعًا ناواقف تھے۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ کیا کبھی ایک دور یہ بھی آئے گا جبکہ عوام الناس رعایا پر اپنا حاکم و فرمانروا منتخب کرینگے۔ رؤسائے ملک و عمائدین سلطنت آرام کیا کرتے تھے اور مزدور و غریب لوگ ان کے مظالم کے تختۂ مشق بنے رہتے تھے۔

کہ یکایک ظلمتکدہ عرب سے ایک سراج منیر نمودار ہوا جس نے سارے عالم کا نقشہ بدلدیا۔ جس کی تعلیم قانون فطرت کے موافق تھی۔ جو ایک ہمہ گیر ضابطہ و قانون لیکر آیا تھا۔ اس نے جہاں دنیا کی روحانی تشنگی مٹائی وہاں زندگی کے دیگر شعبہ جات میں بھی تبدیلیاں کیں۔ اسنے دنیا کے وضع کردہ غلط اور جابرانہ قانون سلطنت کو توڑ کر اس کی بنیاد عدل و انصاف پر قائم کی۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص محض اسوجہ سے کہ اس کا باپ بادشاہ تھا بادشاہی کا زریں تاج حاصل نہیں کرسکتا۔ اور نہ کوئی ایسا فرمانروا ہو سکتا ہے جو کروڑہا بندگان خدا کی قسمتوں کا فیصلہ صرف اپنی شخصی وانفرادی رائے سے کرلینے کا مجاز رکھتا ہو" آپ حسب ذیل ایک ایسا قانون وضع کر کے گئے جس کے ماتحت آپ کے بعد خلفا کا انتخاب ہوتا رہا۔ آپ نے فرمادیا:۔

(۱) بادشاہ رائے عامہ سے منتخب ہو۔ اور اس کے لئے حسب ذیل شرائط مقرر کئے۔ عادل ہو۔ خادم خلق اور نیک ہو امین و دیانت دار ہو۔

(۲) وہ اپنی انفرادی رائے سے جو کچھ چاہے نہ کر بیٹھے۔ بلکہ ایک دارالندوہ (پارلیمنٹ) مقرر کرے جس میں بیٹھکر عوام کے نمائندے اور اصحاب خیر قوانین بنائیں۔

(۳) عوام و خواص اس کی نظروں میں برابر ہوں۔ حق کے سامنے کسی بڑے یا عزیز و محب کی بڑائی و محبت کا خیال نہ کرے چھوٹوں کی دادرسی کے راستہ میں ان کی غربت کو حائل نہ کرے۔

(۴) عام مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسی حکومت کے جاری کردہ قوانین کی پیروی کریں۔ لیکن اگر انھیں کوئی ایسا فعل نظر آئے جو شرع کے خلاف ہو مذہب کیلئے باعث ننگ ہو تو پھر ان پر فرض ہوجاتا ہے کہ پوری قوت کے ساتھ اس کا استیصال کریں۔ مَنْ رَأٰی مِنکُمْ مُنْكَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔ یعنی کسی ناجائز بات کو دیکھکر اپنی قوت سے اس کو مٹا دو، اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی کا اعلان کردو، اگر یہ بھی بس سے باہر ہو تو کم از کم دل ہی میں اس سے نفرت کرو، لیکن یہ ضعیف تر ایمان کی علامت ہے۔

چنانچہ آپ کے بعد حضرت حسنؓ تک اسی قانون پر عمل کیا جاتا رہا۔ مصالحت حسنی کے بعد اگرچہ حضرت امیر معاویہ رضؓ اس نہج پر امیر نہیں منتخب کئے گئے جس پر کہ ان کے پیشتر و منتخب کئے جاتے تھے مگر آپ کی امارت کو خلافت راشدہ کا ایک جزو کہا جا سکتا ہے کیونکہ آپ کا طرز حکومت باستثنائے چند وہی تھا جو خلفائے اربعہ کا تھا مگر جب ان کا بھی انتقال ہوگیا تو بجائے اس کے کہ مسلمان کسی کو اپنا امیر و والی مقرر کرتے۔ یزید نے جبرًا اپنی بعیت لینی شروع کردی۔ جس کی ابتدا خود حضرت امیر معاویہ ہی کے دور میں ہوچکی تھی۔ اور اس طرح آنحضورؐ کی جمع کردہ جمہوریت کے پرخچے اڑا دیئے گئے اور نہ صرف یہ کہ قیصر و کسرٰی کی پیروی کی گئی بلکہ اس نے اپنا طرز معیشت ایسا اختیار کیا جس کی اجازت مذہب کسی صورت میں بھی نہیں دیکھتا۔ اور نہ مسلمان کسی صورت میں اسے پسند کرسکتے تھے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اس نے کارندے اور عمال ایسے لوگوں کو بنایا جو کہ ہر خلاف شرع فعل اور ظلم و جور میں دوچار قدم اس سے آگے ہی رہتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز نواسے تھے اور جن کی رگ رگ نخ نخ میں ہاشمی خون جوش مار رہا تھا یہ برداشت نہ کرسکے۔ اس کی بیعت کرنے سے صاف انکار کردیا۔ علی الاعلان امر حق کی اشاعت کرنے لگے۔ اور اس بات کی کوشش میں لگ گئے کہ دنیا کے سامنے اس چیز کا صاف اظہار کردیں کہ قانون محمدوہ نہیں جو آج یہاں رائج ہے۔ ایک عرصہ تک آپ اس کی تبلیغ کرتے رہے۔ مگر جب آپ نے دیکھا کہ یہ فتنہ اس طرح فرو نہیں ہوسکتا اور اس سے بھی فزوں تر کسی چیز کا طالب ہے۔ اور یہاں جہاد باللسان نہیں بلکہ جہاد بالسیف کی ضرورت ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت کارگر نہیں ہوسکتی تو وہ میدان رزم میں کود پڑے۔ اور کربلا کی بے آب و گیاہ زمین میں بہتر۷۲ شرکا کے ساتھ ظلم وجور کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے پروانہ وار شمع شہادت پر قربان ہوگئے اور اس بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ اقربا وا عزہ اور خاص خاص رشتہ داران کی نظروں کے سامنے بیدردانہ ہلاک کردیئے گئے۔ مگران کے پائے عزم واستقلال کو ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں یتیم ہوگئیں۔ بہنوں اور دوسری رشتہ دار عورتوں کا کوئی سہارا نہ رہا جوان بیوی بیوہ ہوگئی۔ مگر کسی کا خیال ان کے دل میں میل نہ لاسکا۔

یہ جگردوز حادثہ ۶۱ھ میں پیش آیا تھا۔ آجتک نہیں معلوم دنیا کتنا آنسو بہا چکی ہے اور کسقدر درد وکرب رنج وغم کی صدائیں بلند ہوچکی ہیں۔ مگر افسوس وصد ہزار افسوس کہ دنیا اس پیغام کو نہ سمجھ سکی۔ جس کی تکمیل کے لئے حسین رضؓ نے جان دی تھی۔ کاش حسینؓ کو معلوم ہوتا کہ اس کے نام لیوا۔ اس کی محبت کے دم بھرنے والے۔ اس کی یادگار منانے والے اس کے ساتھ یزید وعبید اللہ سے بھی بدتر سلوک کررہے ہیں۔ آج ایسے لکھوکھا افراد مل سکتے ہیں۔ جو گلا پھاڑ کر "یاحسین" کے نعرے لگاتے ہیں۔ مگران کے قلوب ان نعروں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ اس خیالی حسین سے بخوبی واقف ہیں جو دولت وحکومت کیلئے بےبسی ولاچاری کے عالم میں کربلا کے کنارے جا مرا۔ مگر وہ اس حقیقی حسینؓ سے قطعاً ناواقف ہیں۔ جو اعلائے کلمۃ الحق کرتا ہوا اور ظلم وجور کے خلاف آواز بلند کرتا ہوا خود شیعان علیؓ کے ہاتھوں نہایت ہی بیدردی سے اپنے دوسرے جاں نثاروں کے ساتھ قتل کردیا گیا۔

یہ خونیں ہنگامہ۔ زہرہ گداز واقعہ۔ الم انگیز سانحہ۔ اور جگر دوز حادثہ نہیں معلوم اپنے اندر کس قدر عبرت وموعظت کے خزانے رکھتا ہے۔ یہ واقعہ بعض اعتبارات سے تاریخ اسلام میں انوکھا واقعہ تھا وہ حسینؓ سرفروش راہ آزادی تھا جس نے دنیا میں سب سے پہلے جمہوریت کیلئے اپنی جان دی۔ اس عظیم الشان قربانی کی یادگار دنیا نے ہمیشہ منائی اور بقول علامہ آزاد "بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اسقدر آنسو نہ بہے ہوں گے جس قدر اس حادثہ پر بہہ چکے ہیں۔ تیرہ سو برس میں تیرہ سو محرم گذر چکے اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا امام حسین علیہ السلام کے جسم خونچکاں سے جسقدر خون دشت کربلا میں بہا تھا۔ اس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم والم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے!"

جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے دنیا نے ہمیشہ اس واقعہ کی یادگار منائی ہے اور جب تک دنیا میں دو قوتیں (حق وباطل)

برسرِ پیکار ہیں اس کی یادگار منائی جاتی رہے گی۔ جبکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس حادثۂ الیمہ کی یادگار منائی جائے تو اس سے پیشتر کہ ہم آگے بڑھیں یہ سوچ لینا چاہیئے کہ یہ یادگار کس پیمانہ پر کیجائے اور اس اہم ترین تقریب کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کیا کیا طریقے اختیار کئے جائیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ محرم کے آتے ہی راگ باجوں اور ڈھول تاشوں سے فضا گونج اٹھتی ہے۔ عورتیں اور بچے جوان و پیر سبز کپڑے پہننا لازمی سمجھتا ہے۔ فلک بوس علم اٹھتے ہیں۔ گتکا اور بھری کے کرتبوں کی نمائش کی جاتی ہے۔ بتاشہ اور مالیدہ کی نذریں چڑھتی ہیں۔ پیشہ ور نوحہ خوانوں اور ذاکروں کی جماعتیں ہاؤ ہو مچاتی ہیں شیرمالوں کی تقسیم ہوتی ہے۔ دلدل کی نقل اور جھولے کی تمثیل کی جاتی ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ عشرہ اول کے ختم ہوتے ہی یہ سارے ہنگامے موت کی نیند سو جاتے ہیں۔ لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے قربانی حسینؓ کی یادگار کا پورا حق ادا کر دیا اور اس سرفروش راہ حریت کی پوری اتباع کر لی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قربانی حسینؓ کا مقصد یہی تھا۔ جواب یہ ہے کہ نہیں۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ آجکل یہی سمجھا جا رہا ہے۔ اور اس طرح حق و صداقت کے اس فلسفہ کی توہین کی جا رہی ہے جو کہ اس حادثۂ الیمہ کی تہ میں مضمر تھا۔

کیا آنسوؤں کی روانی۔ فلک پیما چیخیں۔ سینہ کوبی۔ اور طوفان گریہ و ماتم قربانی حسین کے مقصد کو پورا کر سکتے ہیں۔ اگر شہید کربلا کا خون بانس کی کھپچیوں۔ بتاشہ و مالیدہ۔ دلدل کی تمثیل۔ جھولے کی نقل شیرمالوں کی تقسیم۔ گتکا بھری کی نمائش، سبز کپڑے۔ ڈھول و تاشہ۔ شاندار و فلک بوس علم کا مطالب ہے۔ تو پھر درحقیقت یہ دردانگیز سانحہ کوئی اہم چیز نہیں۔ تاریخ اسلام ہزار ہا ایسے حوادث پیش کر سکتی ہے جو عبرت و موعظت کے بیشمار خزانوں کے حامل ہیں۔ اور جو درحقیقت اس کے مستحق ہیں کہ ان کی یادگار منائی جائے۔ لیکن اگر یہ چیزیں اس مقصد کو پورا کر سکتی ہیں تو میرے نزدیک ہمارے ہندو احباب دسہرہ وغیرہ کی تقاریب پر اس سے کہیں زیادہ جوش و خروش کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اگر حقیقت واقعہ یہ نہیں ہے اور یقیناً یہ نہیں ہے تو پھر شہادت حسینؓ آپ سے چاہتی ہے کہ آپ بھی جبر و استبداد کا مقابلہ کریں کمزوری و فلاکت کا حیلہ تراشے ہوئے بغیر ہر اس قوت و طاقت سے ٹکرا جائیں۔ جو حق کی مخالف اور باطل کی دعویدار ہو۔ ظاہری اسباب اور مادی وسائل کی کثرت تنگ دل نہ کر دے۔ کیونکہ اعلان حق کبھی اسباب و وسائل کا محتاج نہیں ہوتا۔ حق گو اشخاص جہاں کہیں پائے گئے کمزور پائے گئے، اور ان میں سے بھی اکثر مظلوم و نامراد قتل کر دیئے گئے۔ مگر دنیا کا اٹل فیصلہ ان کے فاتح ہونے کے متعلق ہے۔ پس حکومت کا رعب و داب، مال و منال کا حرص۔ جسم و جان کا خوف۔ بال بچوں کی پریشانی کا خیال۔ پاس مراتب۔ لحاظ عظمت۔ کسی بزرگ کی بزرگی۔ کسی عزیز کی محبت۔ احبار کا خیال۔ دنیا کی رسوائی۔ لوگوں کے طعنوں کا تصور اگر حق کی راہ میں روڑا بن کر رکاوٹ پیدا کریں تو ان کو عزم حق پرستی سے پاش پاش کر دیا جائے۔ یعنی سینہ سے گرم خون کا فوارہ نکل رہا ہو۔ ہر چہار جانب سے یورشیں ہو رہی ہوں۔ خنجر قلب و جگر میں پیوست ہو۔ نیزے کی انی سینے پر رکھی ہوئی ہو۔ باطل پرستوں کی تلواریں سر پر چمک رہی ہوں۔ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈھکیلا جا رہا ہو۔ بھیڑیوں اور درندوں کے مہیب غاروں میں ڈالنے کیلئے لے جایا جا رہا ہو۔ اور ایسی حالت میں زبان اعلان حق کر رہی ہو۔ حادثہ کربلا ایسی قربانی کا مطالب ہے

نہ کہ گریہ و ماتم آہ و بکا کا۔ آج بھی کربلا کا ہر ذرہ حسب ذیل تقریر حسینی با آواز بلند دہرا رہا ہے۔

"اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے۔ خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے۔ عہد الٰہی شکست کرتا ہے۔ سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے۔ خدا کے بندوں پر گناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اس کی مخالفت کرتا ہے نہ اپنے قول سے، سو ایسے آدمی کو اچھا ٹھکانا نہیں بخشے گا۔ دیکھو یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں، رحمان سے سرکش ہوگئے ہیں، فساد ظاہر ہے۔ حدود معطل ہیں مال غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے۔ خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھیرایا جا رہا ہے میں ان کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں تمہارے بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لیکر پہونچے تم عہد کر چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بے وفائی کروگے نہ مجھے دشمنوں کے حوالہ کروگے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمہارے لئے راہ ہدایت ہے کیونکہ میں حسین بن علی ابن فاطمہ رسول اللہ کا نواسہ ہوں میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے میرے بال بچے تمہارے بال بچوں کے ساتھ ہیں۔

معاملہ کی جو صورت ہوگئی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ بدلدیا۔ منہ پھیر لیا۔ نیکی سے خالی ہوگئی۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے حقیری سی زندگی رہ گئی ہے ہولناکی نے احاطہ کرلیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈالدیا گیا ہے۔ باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا ہے کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑلے وقت آگیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں لقائے الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے۔"

دو ایک بار پھر دیکھ جاؤ معلوم ہو جائے گا کہ قربانی حسین کا مقصد کیا تھا اور وہ ہم سے کس چیز کی خواہاں ہے۔ ہمیں صاف نظر آرہا ہے کہ آج بھی روئے زمین پر ہزارہا یزید موجود ہیں۔ سینکڑوں شیطانی طاقتیں کارفرما ہیں۔ مگر کوئی فدائی حسین ایسا نہیں جو میدان میں نکل کر نبرد آزما ہو۔ حکیم مشرق علامہ اقبال نے کس خوبی سے حقیقت کی ترجمانی کی ہے ؎

یک حسینے نیست کو گردد شہید ✣ ورنہ بسیار اندر در عالم یزید

پتے نہیں بدلے جائیں گے - آپ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محدث کوئی تجارتی رسالہ نہیں ہے محض آپ لوگوں سے محصولڈاک کا خرچ لیا جاتا ہے لیکن پھر بھی بعض حضرات بار بار اپنے پتے بدلوا کر چھپی ہوئی چٹوں کو بیکار کر دیتے ہیں اور پھر نئی چٹیں چھپوا کر ہمکو خواہ مخواہ زیربار کرتے ہیں۔ اسلئے اطلاعاً اعلان کیا جاتا ہے کہ اب آئندہ سے ہم کوئی پتہ تبدیل نہیں کریں گے۔ بلکہ جس صاحب کو اپنا پتہ بدلوانا ہو وہ بجائے دفتر محدث میں اطلاع دینے کے براہ راست اپنے یہاں کے ڈاکخانہ میں لکھکر بھیجدیں کہ اب میری ڈاک اس پتے پر بھیجی جائے اور نیچے اپنا وہ پتہ لکھدیں جس پتے پر منگوانا چاہتے ہوں۔ ہمارے دفتر میں اب تبدیل پتہ کی اطلاعات پر ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی۔ خریداران محدث مطلع رہیں۔

منیجر